© rasailojaraid.com

مقالات

اختلافی مسائل اور ان کا نقطۂ عدل

از افادات حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ)

اسلام وحدت کا پیام لیکر آیا تھا مگر اس وقت جہل و تعصب کے ہاتھوں میں پڑکر وہ اختلاف و نزاع کی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ مذہب کے چند جزئی مسائل نے باہمی ہنگامہ آرائیوں کا جو طوفانِ عظیم بپا کر رکھا ہے، انکی حقیقت پر جب میں نے پوری طرح غور کیا تو یہ پایا کہ ہر گروہ حق و اعتدال کے مرکز سے کچھ نہ کچھ ہٹا ہوا ہے اور بیجا تعصب اور غلو سے کام لے رہا ہے۔ ہر ایک اتباعِ حق کا مدعی ہے، مگر سچائی کی اخلاص طلب شاہراہ پر چلنے کے بجائے جذبات کی لہروں میں بہہ رہا ہے۔ مجھے رحمت الٰہی کا شکر گذار ہونا چاہیے کہ اس نے مجھے عدل کی میزان بھی بخش دی ہے جس پر حق اور باطل کو تول کر میں اندازہ کر رہا ہوں کہ حق کی سیدھی اور صاف راہ کون سی ہے، اور وہ اس وقت کسطرح اختلافات کی خارزار بن گئی ہے، اور ان نزاعات و اختلافات کی بنیاد کیا ہے۔

اہلِ زمانہ کی اس افسوسناک حالت کو دیکھکر ضروری معلوم ہوا کہ اُن مسائل کی اصل نوعیت انہیں سمجھا دی جائے جنکے اندر ان کے افکار اُلجھ کر رہ گئے ہیں، اور جنکی تائید و تردید میں ان کے قلم بغیر کسی سچی بصیرت کے بیجا جوش و خروش کا اظہار کر رہے ہیں۔

ان میں سے سب سے اہم مسئلہ تقلید کا ہے۔ ائمہ اربعہ کی تقلید کا جواز قریب قریب ساری اُمّت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا اجماعی مسئلہ ہے، اور اس کے اندر جو مصالح ہیں انھیں ہر دیکھنے والی آنکھ دیکھ سکتی ہے، خصوصاً اس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ عام قوائے فکریہ پر جمود اور رُوں ہمّتی کی موت سی طاری ہے، دلوں میں طلبِ حق کا کوئی جوش اور ولولہ باقی نہیں، شریعت کے قوانین انسانی آراء پر قربان کیے جا رہے ہیں، اور ہر کس و ناکس خود پرستی اور خود رائی کے نشہ میں چور ہے۔

تقلید کے بارے میں ابنِ حزم کے اس قول نے کہ "آیات قرآنی اور اجماع سلف کی رُو سے تقلید حرام ہے اور خود ائمۂ مجتہدین نے اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے"، لوگوں کو عجیب غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اور ہر عامی و جاہل پر اس کا اطلاق ہوتا ہے حالانکہ یہ قول بجائے خود بالکل برحق ہے، اپنا ایک خاص محل اور معنی رکھتا ہے اور اس کا اطلاق ایسے شخص پر ہوتا ہے:

(۱) جو اپنے اندر اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو، خواہ ایک ہی مسئلہ میں سہی۔

(۲) جو اچھی طرح جانتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں بات کا حکم دیا ہے، یا فلاں بات سے روکا ہے، اور یہ حکم منسوخ نہیں ہے۔ اس بات کا علم خواہ اُسے احادیث کے تتبع اور مخالف و موافق دلائل کے استقرار سے حاصل ہوا، یا یہ دیکھکر کہ اربابِ علم و بصیرت کا سوادِ اعظم اس طرف جا رہا ہے اور مخالف کے پاس قیاس آرائیوں اور منطقی دقیقہ سنجیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، وہ اس نتیجہ پر پہنچ جائے کہ ایسی صورت میں حدیثِ نبوی کی مخالفت کا سبب یا تو کھلا ہوا حمق ہو سکتا ہے یا کوئی چھپا ہوا نفاق۔

شیخ عزالدین عبدالسلام اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حیرت ہوتی ہے ان تقلید پرست فقہاء پر جو اپنے امام کی اجتہادی غلطی سے واقف ہونیکے بعد اِس کے قول پر سختی سے جمے رہتے ہیں اور اسے ترک کر کے کسی ایسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قول کو اختیار نہیں کرتے جو اپنی صحت پر کتاب و سنت اور قیاس صحیح کے بے شمار شواہد رکھتا ہو۔ بلکہ بعض اوقات تو یہ نادان اس اندھی تقلید کے اندھے جوش میں عملاً ظواہر کتاب و سنت کی بھی مخالفت پر تُل جاتے ہیں اور اپنے امام کی اصابت رائے بلکہ "معصومیت" ثابت کرنے کیلیے نصوص شرعیہ کی ایسی رکیک، مہمل اور فاسد تاویلیں کرتے ہیں کہ ان سے بڑھکر تحریف کلام کی مکروہ اور حیرت انگیز مثال شاید ہی مل سکے"

پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"صدر اول میں جس سے بڑھکر مبارک اور حق شناس دور شاید قیامت تک نہ آئے، لوگوں کا حال یہ تھا کہ جس عالم دین کو پا جاتے اسی سے فتوی پوچھ لیا کرتے تھے، بغیر اس تحقیق اور تجسُس کے کہ یہ عالم کس خیال اور مسلک کا پیرو ہے۔ لیکن اس دور کے بعد حالت میں ایک عظیم الشان فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ چار مذاہب اور ان کے جامد مقلدین کا ظہور ہوتا ہے اور ہدایت کے اصل مرکز سے بالکل بے پروا ہو کر صرف ائمہ کے اقوال پر اعتماد کر لیا جاتا ہے خواہ ان کا کوئی قول کتنا ہی کمزور اور بے دلیل و حجت ہو۔ گویا مجتہد، مجتہد نہ رہا، اللہ کا رسول بنا لیا گیا، جو خود معصوم ہے اور اسکی ہر بات وحی الہٰی ہے۔ یہ راستہ حق کا راستہ نہیں ہے بلکہ سراسر جہل اور باطل کا راستہ ہے۔"

امام ابو شامہ کا فیصلہ بھی سننے کے لائق ہے، فرماتے ہیں:

"جو شخص فقہ سے دلچسپی رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ کسی ایک ہی امام کے مذہب پر اکتفا نہ کرے بلکہ ہر مجتہد کے اقوال پر نظر ڈالے۔ تمام کے اندر ڈوب کر حق کا سراغ لگائے اور اس غواصی میں اسے جو قول قرآن و سنت سے زیادہ اقرب ملے اسی کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختیار کرے۔ اگر علوم اوائل کے ضروری حصوں پر اس کی نگاہ ہوگی تو انشاء اللہ یہ قوت تمیز اسے بآسانی حاصل ہو جائیگی، اور کسی دقت اور ناکامی سے دوچار ہوئے بغیر وہ شریعت کی اصل شاہراہ پالے گا۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ تعصب کے مہلک جراثیم سے اپنے دماغ کو پاک رکھے اور اختلاف و نزاع کی اُن پرخطر وادیوں میں ہرگز قدم نہ رکھے جسے متاخرین نے تیار کر رکھا ہے، کیونکہ وہاں تضیع اوقات اور انتشار طبع کے ماسوا کچھ نہیں مل سکتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی اور ہر دوسرے امام کی تقلید سے منع فرمایا ہے جسکا ذکر مزنی نے اپنی کتاب میں بہت تفصیل سے کیا ہے"۔

(۳) ابنِ حزم کا فتویٰ اس شخص پر بھی متحقق ہوتا ہے جو عامی اور علمِ دین سے بے بہرہ ہونے کی بنا پر تقلید کرنے میں تو حق بجانب ہو، مگر وہ کسی خاص امام کی تقلید اس اعتقاد کے ساتھ کرتا ہو کہ اس سے خطا کا ارتکاب غیر ممکن ہے، اور اس کا امام جو کچھ کہتا ہے وہ حق ہی ہوتا ہے۔ نیز اس اعتقاد کے ساتھ وہ اپنی جگہ یہ فیصلہ بھی کرلے کہ اس خاص امام کی تقلید پر وہ ہر حال میں قائم رہیگا، خواہ کسی مسئلہ میں اس کے قول کا خلافِ قرآن و حدیث ہونا ثابت ہی کیوں نہ ہو جائے۔ یہی وہ یہودیت ہے جس نے بنی اسرائیل کی توحید کو بالکل شرک سے بدل دیا تھا جیسا کہ امام ترمذی نے عدی ابنِ حاتم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۃ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ پڑھکر فرمایا کہ یہود اپنے احبار (علماء) اور رہبان (مشائخ) کی عبادت تو نہیں کرتے تھے، مگر ان کا حال یہ تھا کہ جس چیز کو ان کے علماء اور مشائخ حلال کہہ دیتے اسے وہ (بغیر کسی شرعی دلیل کے) حلال مان لیتے تھے اور جس شے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو وہ حرام قرار دیتے تھے اسے وہ حرام سمجھ لیتے تھے۔"

پس کسی امام کی تقلید اس اعتقاد کے ساتھ کرنا کہ اس کی زبان عین شریعت کی زبان ہے یقیناً غیر اللہ کی پرستش ہے۔

(۴) جو شخص اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ ایک حنفی کسی شافعی فقیہ، یا شافعی، کسی حنفی فقیہ سے فتویٰ پوچھے یا اس کے پیچھے نماز پڑھے، وہ بھی ابن حزم کے فتوے کی زد میں آجاتا ہے، اس لیے کہ یہ اجماع سلف اور صحابہ و تابعین کرام کے عمل کی کھلی ہوئی مخالفت ہے جو کسی حال میں بھی جائز نہیں ہو سکتی۔

یہ ہے ابنِ حزم کے قول کا منشا۔ ان قیود اور شرائط کو ملحوظ رکھ کر اس کا اطلاق کیا جائیگا، اور جہاں صورت حال یہ نہ ہو وہاں تک اس کا دائرہ وسیع نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک شخص ہے جو محض اقوالِ رسولؐ ہی کو دین سمجھتا ہے، صرف اسی چیز کی حلّت کا اعتقاد رکھتا ہے جسے اللہ اور اسکے رسول نے حلال کیا ہو، اور صرف اسی شئے کو حرام سمجھتا ہے جسے اللہ اور رسول نے حرام قرار دیا ہو، یعنی تحریم و تحلیل کا حق وہ ایک لمحہ کیلیے بھی کسی اور کو نہیں دیتا، لیکن اس ایمان اور اعتقاد کے باوجود چونکہ وہ اقوالِ رسولؐ پر وسیع نظر نہیں رکھتا، نہ متعارض نصوص کو تطبیق دینے کی قدرت رکھتا ہے، اور نہ نصوص شرعیہ سے احکام کا استنباط کر سکتا ہے، اس لیے اگر وہ ایک ایسے ثقہ اور صحیح النظر عالم دین کا اتباع کرتا ہے جو اس کے نزدیک سنت رسول کے مطابق فتویٰ دینے والا ہے، اور یہ اتباع بھی وہ اس نظریہ کے ساتھ کرتا ہے کہ جب کبھی کوئی نص شرعی اسکے خلاف ملے گی تو بغیر کسی تعصب اور اصرار کے وہ اس قول کو ترک کر دے گا، تو پھر نہیں معلوم کہ کوئی شخص کیونکر ایسی تقلید یا اتباع کو ناجائز کہہ سکتا ہے، جب کہ عہد نبوی سے لے کر اب تک تمام مسلمانوں میں افتاء اور استفتاء کی یہی سنت متواترہ چلی آرہی ہے۔ اب خواہ کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان کسی ایک ہی فقیہ سے ہمیشہ فتوی پوچھا کرتا ہو، یا کبھی ایک فقیہ سے اور کبھی دوسرے سے، دونوں فعل جائز ہیں، بشرطیکہ مستفتی، فقیہ اور رسول کے فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھے۔

پس ہماری تقلید پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے جبکہ ہم کسی امام کے متعلق یہ ایمان نہیں رکھتے کہ وہ معصوم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر علم فقہ کی وحی نازل فرمائی ہے اور اسکی اطاعت ہم پر فرض کر دی ہے۔ ہم تو اگر کسی امام کا اتباع کرتے ہیں تو یہ جان کر کرتے ہیں کہ وہ کتاب و سنت کا عالم اور روح شریعت کا مزاج شناس ہے، اس لیے اس کا قول یا تو آیات و احادیث کے صریح دلائل پر مبنی ہے، یا ان سے ماخوذ اور مستنبط ہے۔ یا پھر قرائن سے اس نے یہ بات تحقیق کر لی ہے کہ یہ حکم فلاں علت کی بنا پر ہے اور جب اسے اپنی فہم کی صحت پر پورا اطمینان ہو گیا ہے تب ہی اس نے غیر منصوص کو منصوص پر قیاس کر کے فتوی دیا ہے، گویا وہ دراصل زبان حال سے اس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے کہ میرے خیال میں شارع علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہے کہ جہاں کہیں یہ علت پائی جائیگی وہاں یہی حکم جاری ہوگا اور ایسے تمام قیاسی احکام اسی عموم میں داخل ہونگے، یا بالفاظ دیگر یہ اقوال بھی شارع علیہ السلام کی طرف منسوب شمار کیے جائینگے اگرچہ انکی قطعیت یقینی اور شکوک سے بالکل پاک نہیں کہی جا سکتی۔

اگر یہ بات نہ ہوتی تو کوئی مسلم کسی مجتہد کی تقلید نہ کرتا۔ پس اگر رسول معصوم ــــ کہ صرف آپ ہی کی اطاعت اللہ نے ہم پر فرض کی ہے ــــ سے ہمیں کوئی ایسی صحیح روایت مل جائے جو قولِ امام کی مخالفت کرتی ہو، اور پھر بھی ہم اس کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے نص قطعی کو چھوڑ کر ظن انسانی کی تقلید پر جمے رہیں، تو ہم سے بڑھکر شقی اور نامراد کون ہوگا، اور کل خدائے قہار کے سامنے ہم کیا جواب دینگے؟

جائز تقلید کی صحیح تصویر یہی ہے جو ان چند لفظوں میں کھینچی گئی ہے۔ اگر امت مسلمہ غلو سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے قوائے فکریہ کو آزاد کرے اور اپنی آنکھوں پر سے تعصب کے پردے ہٹا کر اصل تصویر دیکھنے لگے تو بہت سی لفظی نزاعیں ختم ہو جائیں اور مذہبی اختلافات کی شورانگیز فضا کسی قدر امن و سکون کی خوشگواریوں سے بدل جائے۔

مسئلۂ تقلید کے بعد دوسرا اہم مسئلہ استخراج مسائل کا ہے، جسکے دو اصول ہیں:
ایک تو یہ کہ الفاظِ حدیث کا تتبع کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ فقہاء کے اصول کو سامنے رکھکر مسائل کا استنباط کیا جائے۔ شرعاً ان دونوں اصلوں کی اہمیت مسلم ہے۔ ہر دور کے فقہائے محققین کا طریقہ یہی رہا ہے کہ وہ ان دونوں اصلوں کا لحاظ رکھتے تھے۔ کوئی ایک کی رعایت زیادہ کرتا کوئی دوسرے کی۔ لیکن ایسا کبھی نہ کرتے کہ کسی اصل کو بالکلیہ ترک کر دیں۔ پس کسی جویائے حق کیلیے سزاوار نہیں ہے کہ وہ بالکل ایک ہی طرف جھک جائے جیسا کہ آج دونوں فریق کا عام شیوہ ہے۔ اور یقین کرو کہ ان کا یہی وہ "شیوہ" انکی ساری ضلالتوں کا ذمہ دار ہے۔ ان دونوں اصلوں کو الگ الگ کر کے ہدایت کی سیدھی راہ پانا بہت مشکل ہے۔ حق کا راستہ یہ ہے کہ ان میں تفریق کرنیکے بجائے دونوں میں مطابقت پیدا کی جائے، اور ایک سے دوسرے کی عمارت ڈھانے کے بجائے اُسکے کمزور مقامات کی اصلاح اور تشئید کا کام لیا جائے۔ اس طرح احکام دین کا جو قصر تعمیر ہوگا، نہایت مستحکم اور حق کی ٹھوس بنیادوں پر قائم ہوگا، اور اس میں باطل کے راہ پانے کی کوشش قریب قریب بیکار ثابت ہو گی۔ اسی محتاط اور حکیمانہ نکتہ کی طرف امام حسن بصریؒ ہماری رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سنتکم واللہ الذی لا الہ — اُس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں،
الا ھو بینہما بین الغالی والجافی — کہ تمہارا راستہ حد سے بڑھنے والے اور حد تک (بوجہ سہل انگاری کے) نہ پہنچنے والے دونوں کے بیچ میں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی حق کا مرکز افراط و تفریط کے بیچ میں ہے - جو اہلِ حدیث ہیں انھیں چاہیے کہ اپنے اختیار کردہ مسلک کو مجتہدین سلف کی رایوں پر پیش کر لیا کریں - اسی طرح جو اہلِ تخریج ہیں اور مجتہدین کے اصول پر مسائل کا استنباط کیا کرتے ہیں، انھیں بھی چاہیے کہ حتی الوسع صحیح اور صریح نصوص کو اپنے اصول اور رائے پر قربان نہ کریں، اور نہ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ فرمودۂ نبوی کی صریح مخالفت کا انھیں بار اٹھانا پڑے -

کسی محدث کیلیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان اصول حدیث کے اتباع میں بے جا تعمق اور توغل سے کام لے جنہیں پرانے محدثین نے وضع کیا ہے، کیونکہ بہرحال وہ بھی انسان ہی تھے، فکر و نظر کی لغزشوں سے ان کے بنائے ہوئے قواعد محفوظ نہیں کہے جاسکتے، اور نہ شارع کی طرف سے انکی صحت اور قطعیت پر کوئی سند پیش کی جاسکتی ہے - اس اصول پرستی کے تشدد آمیز رویہ سے بسا اوقات حدیث، اور قیاسِ صحیح، دونوں کو رد کر دینا پڑتا ہے مثلاً انقطاع یا ارسال کے ایک ذرا سے شک کی بنا پر کتنی ہی حدیثیں متروک اور نا قابلِ استناد ٹھیرا دی جاتی ہیں، حالانکہ فی نفسہٖ وہ قولِ رسول ہوا کرتی ہیں - چنانچہ ابنِ حزم نے اسی طریقہ کی پیروی کرتے ہوئے تحریم معازف (باجوں کو حرام قرار دینے) والی حدیث کو نا قابل حجت قرار دے دیا، صرف اس وجہ سے کہ امام بخاری کی روایت میں انقطاع کا شبہ پایا جاتا ہے، حالانکہ حدیث فی نفسہٖ صحیح اور اس کا سلسلۂ اسناد متصل ہے - ہاں اگر کسی قوی نص سے تعارض ہو تو البتہ انقطاع کے شبہ کی بنا پر اُسے مرجوح قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن حدیث کو سرے سے متروک ٹھیرا دینا یقیناً زیادتی ہے۔

اسی طرح ارباب حدیث کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر ایک شخص کسی محدث کی روایتوں کو عموماً زیادہ صحت کے ساتھ محفوظ رکھتا ہے اور دوسرا ظاہری صحت کی حفاظت سے اتنا اعتناء نہیں کرتا، تو کلیۃً پہلے شخص کی ہر روایت (جو اس محدث سے کی گئی ہو) دوسرے راوی کی روایت پر مقدم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مرجح مانی جائیگی، خواہ اس دوسرے راوی کے اندر ترجیح اور برتری کے کتنے ہی واضح دواعی کیوں نہ موجود ہوں۔ لوگوں کی یہ ظاہر پرستی سخت تنقید کے قابل ہے۔ کون نہیں جانتا کہ عام رواۃ، حدیثوں کو بالمعنیٰ بیان کیا کرتے تھے، الفاظ وحروف کے محفوظ رکھنے کا چنداں رواج نہ تھا۔ پس ادبی تصانیف میں جس طرح اہل ادب و بلاغت ایک ایک حرف کے تقدم و تاخر اور اسکی وضع و ترتیب سے نکتہ آفرینیاں کیا کرتے ہیں، ویسا ہی تعمق متن حدیث میں برتنا، حتیٰ کہ ایک کلمہ کی تقدیم یا تاخیر، الفاظ کی نشست اور فاء اور واؤ جیسے حروف کے دقیق معنوی خصائص سے استدلال کا رُخ متعین کرنا، جبکہ عام روایتیں بالمعنی بیان کی گئی ہیں، ایک طرح کی لغویت اور الفاظ کی ناروا غلامی ہے۔ ورنہ تم دیکھتے ہو کہ ایک ہی روایت میں ایک روای ایک لفظ استعمال کرتا ہے اور بعینہٖ اُسی روایت میں اُسی سند کے ساتھ دوسرا راوی ایک دوسرے ہی لفظ کے ذریعہ حدیث کا مفہوم ادا کرتا ہے۔

متن احادیث کے بارے میں صحیح مسلک یہی ہونا چاہیے کہ راوی جو کچھ بھی اپنی زبان سے کہے اسے کلام نبوی کی حیثیت سے مان لیا جائے۔ ہاں اگر کوئی اور قوی حدیث یا شرعی دلیل اس کے خلاف مل جائے تو مقدم الذکر کو ترک کرکے اسے اختیار کرنا ضروری ہے۔

ایسی ہی ذمہ داری اور احتیاط اُن فقہا پر بھی عائد ہوتی ہے جو ائمۂ مجتہدین کے اصول اور فتاویٰ کو سامنے رکھکر مسائل کا استخراج کرتے ہیں۔ ان کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ دنیا جہان کے سارے مسائل کا حل اُنھیں اصولوں میں تلاش کیا کریں، اور اُن میں سے کُرید کُرید کر ایسے اقوال نکالیں جن سے نہ تو خود ان کے ائمہ کے اصول اور انکی تصریحات سے کوئی دور کا تعلق ہو، نہ علمائے لغت ان سے یہ معانی سمجھ سکیں، اور نہ عرفِ عام میں ایسا طریقۂ سخن فہمی رائج ہو، بلکہ محض اپنے ذہن سے ایک علت متعین کرلی جائے، یا ایک ادنیٰ مشابہت تلاش کرلی جائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اُسے قولِ مجتہد مان کر صدہا مسائل میں اس خود آفریدہ علت یا مشابہت کو معیارِ حکم ٹھیرا دیا جائے۔ ستم پر ستم یہ ہے کہ ان تمام تدقیقات کو نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ امام کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے، حالانکہ اگر وہ امام جس کے قول سے یہ تصریحات کی گئی ہیں، آج زندہ ہو کر آجائے اور یہ مسائل براہِ راست اُس سے پوچھے جائیں، تو باوجود اپنی تمام فہم و بصیرت اور مجتہدانہ ژرف نگاہی کے، ان بلند دقائق تک اس کا تخیل پرواز نہ کر سکے گا، جنھیں اس کے پیچھے چلنے والوں نے اسی کے اقوال سے مستنبط کر رکھا ہے۔

تخریج کا یہ طریقہ نہایت غیر ذمہ دارانہ ہے۔ تخریج تو محض اس وجہ سے جائز ہے کہ وہ درحقیقت مجتہد کی تقلید اور پیروی ہے، نہ کہ اس کی غلط ترجمانی اور اس کے اشارات پر بیجا حاشیہ آرائی۔ اور وہ بھی تک اس کا تحقق ہو سکتا ہے جہاں تک امام کے اقوال عام اصولِ فہم و تدبر کے مطابق اجازت دے سکیں، ورنہ اگر قائل کے کلام کا رُخ کسی طرف ہو اور اس کا ترجمان و مفسر کوئی اور رخ متعین کرے تو یہ تفسیر اور ترجمانی یا مقلدانہ تخریج نہ ہو گی بلکہ کوئی اور ہی چیز ہو گی۔

اس کے علاوہ ایسے فقہاء کو اس بات کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے اصول کی پیروی کے جوش میں ایسی مستند احادیث یا آثار کو نہ رد کر دیا کریں جنھیں عام امت میں مقبولیت حاصل ہو چکی ہو۔ مثال کے طور پر حدیث مصرّاۃ کو لو، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"جو شخص ایسی بکری خریدتا ہے جس کا دودھ تھن میں پہلے سے روک لیا گیا تھا (تاکہ خریدار دھوکہ میں آکر زیادہ دام لگا دے) تو اسے تین روز تک اختیار رہتا ہے، خواہ بکری رکھ لے یا ایک صاع گندم کے ساتھ واپس کر دے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ حدیث متعدد طرق سے ثابت ہے اور ثقات نے اسکی روایت کی ہے، لیکن احناف نے چونکہ یہ اصول وضع کر رکھا ہے کہ اگر راوی غیر فقیہ ہو اور اسکی روایت عام اصول کے مخالف ہو، اور کوئی عام قاعدہ نہ بنا سکتی ہو، تو سرے سے وہ حدیث متروک العمل ہوگی، اس لیے باوجود صحیح اور مستند ہونیکے یہ حدیث ان کے نزدیک متروک العمل ہے، کیونکہ وہ کوئی عام قانون نہیں بن سکتی اور روای غیر فقیہ ہے۔

یہ طریقہ ارباب حق کا طریقہ نہ ہونا چاہیے۔ اس میں شریعت پر ایک طرح کی جسارت پائی جاتی ہے۔ فرمانِ رسالت کا احترام بہر حال انسانوں کے بنائے ہوئے اصول و قواعد کی رعایت سے بالاتر ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی غلط روی سے بچانے کیلیے فرمایا ہے:

"جب میں کسی مسئلہ میں کوئی رائے دوں یا کوئی اصول مقرر کروں پھر رسول اللہ صلعم کا کوئی فرمان اس کے خلاف مل جائے تو میری رائے کالعدم سمجھو۔ رسول اللہ کا فرمانا ہی اصل اصول ہے، بقیہ سب ہیچ"

(باقی)

"سچ کے بجائے صدق" یکم مئی ۱۹۳۵ء سے ۲۰×۲۶/۸ ۲۰ پونڈ سفید چکنے کاغذ پر ہر مہینہ کی یکم گیارہ اور اکیس کو شائع ہوتا ہے ہمکو معلوم ہے کہ صاحب ذوق حضرات جو مولینا عبدالماجد صاحب دریابادی کے طرز انشا کے عاشق ہیں اور آپکے مخصوص دلنشین طرز صحافت کیلیے آپکے اخبار سچ کے بند ہونیکے بعد سے بیتاب تھے۔ اس مژدہ کو صحیح مژدہ سمجھیں گے۔ لہذا شائقین حضرات اپنا اپنا چندہ قیمتی للعہ چار روپیہ جلد روانہ فرماکر خریداران کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرائیں ورنہ بعد کو پچھلے پرچے دستیاب نہ ہونے پر پچھتانا پڑیگا "صدق" ہر اعتبار سے سچ سے بڑھا ہوا ہے معنوی حیثیت سے مضامین قرآنی کا اضافہ۔

سالانہ چندہ (للعہ) ترسیل زر بنام منیجر اخبار "صدق" ۴۳ ہیوٹ روڈ۔ لکھنؤ

© rasailojaraid.com